تحریر: امین الدین انصاری۔ لاہور

تحریک خلافت، تحریک آزادی، تحریک تحفظ ختم نبوت کے عظیم راہنما

مدبرِ احرار ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ

امیر احرار ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم نے ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ کا یہ آٹو گراف قارئین نقیب ختم نبوت کیلئے عطاء فرمایا (مدیر)

از گفتن تا کردن بسیار منزل ہاست

تاج الدین انصاری

۲۶/۳/۶۶

یہ قانون قدرت ہے کہ جب قومیں اپنے نظریہ حیات، منشور اور اقدار سے انحراف اور اپنی بقاء کے تقاضوں سے روگردانی کرتی ہیں تو وہ محکومی کی جانب بڑھ رہی ہوتی ہیں۔ غیر ملکی سازشیں کامیاب ہوتی ہیں اور یوں غلامی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اللہ کا اصل قانون ہے جس سے کسی بھی قوم، نسل اور ملک کو مفر نہیں ہے اور تاریخ عالم ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

اللہ کا مسلمانوں پر یہ خاص احسان و کرم ہے کہ ان کی کوتاہیوں اور ان کے حکمرانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے جب بھی قانون فطرت کی گرفت ہوئی اور مسلمان محکوم ہوئے تو اللہ کی رحمت نے محکومی کے دور میں مسلمانوں میں ایسے افراد پیدا فرمائے جنھوں نے ان کو اپنی عظمت رفتہ کی یاد دلائی بلکہ ان میں جہد و عمل کی ایسی روح پھونکی جس سے یہ چنگاری ایک شعلۂ جوالا بن گئی اور مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی سے اور اتحاد تنظیم اور یقین محکم نے غلامی کی زنجیر کو توڑ کر انہیں آزادی جیسی نعمت سے دوبارہ سرفراز کر دیا۔

برصغیر پاک و ہند میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، ڈاکٹر انصاری، حکیم محمد اجمل خان، شاعر مشرق علامہ اقبال، محمد علی جناح، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے قوم میں آزادی کی تڑپ اور جذبۂ حریت کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا اور یوں برصغیر کے مسلمانوں کو ایک صدی کی جدوجہد کے بعد آزادی نصیب ہوئی اور پاکستان معرض وجود میں آیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد کے ساتھ انگریزوں کی ان سازشوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑا جو وہ برصغیر میں اپنی گرفت کو مضبوط کرنے کے لئے کرتے رہے، ان سازشوں میں مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی سازش مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوائے نبوت تھا۔ اس خود کاشتہ پودے کو پروان چڑھانے میں برطانوی حکومت کی پوری مشینری مصروف عمل تھی۔ برصغیر کے مسلم زعماء نے اس کے خلاف بھرپور تحریک چلائی پنجاب میں اس فتنہ کا مقابلہ امیر سید شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی جماعت مجلس احرار اسلام اور ان کے رفقاء نے بڑے بھرپور انداز میں کیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے رفقاء کرام میں مفکر احرار چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمان، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر، مولانا محمد گل شیر شہید، شیخ حسام الدین،

ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غوث ہزاروی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، صاحبزادہ سید فیض الحسن (آلو مہار شریف) آغا شورش کاشمیری اور جانباز مرزا کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ امیر شریعت کے ان جانثار ساتھیوں نے اپنی مستعار زندگی میں آزادیٔ وطن اور فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جو قربانیاں دیں وہ تاریخ کا روشن باب ہیں۔ ہمارا موضوع تحریر ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ماسٹر تاج الدین انصاری جن کا وصال یکم مئی ۱۹۷۰ء کو لاہور میں ہوا۔ برصغیر پاک و ہند کے تاریخی و صنعتی شہر لدھیانہ میں ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے۔ جب ہوش سنبھالا تو اس وقت تحریک آزادی کٹھن مراحل سے گزر رہی تھی۔ غیر ملکی سامراج نے ہندوستان پر اپنی گرفت مضبوط کرنے اور عوام پر اپنا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لئے ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

جلیانوالہ باغ کا سانحہ جس میں نہتے عوام پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی تھی اس جور و ستم کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس دلخراش اور ظلم و سفاکی سے پر واقعہ نے برصغیر کے عوام میں انگریز حکومت کے خلاف شدید نفرت پیدا کر دی تھی اور ان میں غیر ملکی حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کی خواہش اور وطن عزیز کی آزادی کی تڑپ پہلے سے زیادہ ہو گئی تھی۔ ماسٹر صاحب مرحوم بھی اس سانحہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑا اور تحریک آزادی کے متوالوں میں شامل ہو گئے۔ یوں ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ ماسٹر صاحب گفتار کے ہی نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ انہوں نے ہمیشہ عملی جدوجہد کو کامیابی کا زینہ قرار دیا۔ چنانچہ انہوں نے نوجوانوں کا ایک گروہ ساتھ لیا اور انبالہ جیل پر دھاوا بول دیا اور وہاں سے سیاسی قیدی چھڑا لائے۔ تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ بعد میں مجلس احرار اسلام قائم ہوئی تو اس سے وابستہ ہو گئے اور تادم حیات اس جماعت کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشاں رہے۔ مجلس احرار اسلام نے قیام پاکستان سے قبل کئی تحریکیں چلائیں ان تحریکوں میں تحریک کشمیر، تحریک کپور تھلا، تحریک مسجد شہید گنج اور تحریک بہاولپور وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان تحریکوں میں ماسٹر صاحب نے نمایاں کردار ادا کیا۔ پاکستان بننے کے بعد تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ماسٹر صاحب نے بھرپور کردار ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ماسٹر تاج الدین انصاری کو بے پناہ انتظامی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ چنانچہ انہی اوصاف کی بنا پر کئی مشکل ترین معاملات کی عقدہ کشائی انہیں سونپی گئی اور انہوں نے بارہا ایسے مواقع پر بہترین انتظامی اہلیت اور تدبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، ماسٹر صاحب اپنی سوانح حیات میں جو سرگزشت کے نام سے فیصل آباد کے ماہنامہ لولاک میں قسط وار شائع کی جاتی رہی ہے۔ ایسے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام ایک کانفرنس لاہور میں ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔ حکومت پنجاب اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنا چاہتی تھی چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق لاہور کے ایک آنریری مجسٹریٹ کو یہ کام سونپا گیا تھا کہ وہ کانفرنس میں بلا ٹکٹ شریک ہوں اور ٹکٹ پوچھنے پر تکرار کی جائے اور اس طرح وجہ فساد پیدا ہو جائے اور کانفرنس نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس پروگرام پر عمل کیا گیا۔ جب رضاکار ٹکٹوں کی چیکنگ کرتے ہوئے آنریری مجسٹریٹ صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے سرکاری عہدہ کا رعب دیا اور تکرار شروع کر دی اس وقت مولانا ابوالکلام آزاد خطاب فرما رہے تھے مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے مولانا سے مائیکروفون لیا اور اعلان کیا کہ کیپٹن تاج (تاج الدین انصاری) پنڈال میں جہاں کہیں بھی ہوں فوراً سٹیج پر تشریف لائیں۔ چنانچہ اعلان ہوتے ہی ماسٹر صاحب جو سالار کی وردی میں ملبوس تھے سٹیج پر آئے اور سلیوٹ کیا۔

مولانا نے اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ معاملہ کو نپٹایا جائے۔ ماسٹر صاحب حکم ملتے ہی موقع پر پہنچے اور آنریری مجسٹریٹ صاحب سے یوں مخاطب ہوئے "محترم اس پنڈال کا سارا انتظام میرے ذمہ ہے۔ میں آپ کو صرف پانچ منٹ دیتا ہوں۔ آپ یا تو ٹکٹ شو کرائیں یا تشریف لے جائیں۔ ورنہ پانچ منٹ بعد جو ہو گا اس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے اور جو کچھ ہو گا اس کی ذمہ داری بھی آپ پر ہو گی" یہ جملہ مکمل ہوتے ہی ماسٹر صاحب نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھنی شروع کر دی۔ ابھی تین منٹ ہی گزرے تھے کہ آنریری مجسٹریٹ صاحب پنڈال سے چپ چاپ نکل گئے۔ مولانا آزاد اس کارکردگی سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے ماسٹر صاحب کو میڈل سے نوازا اور فرمایا کہ اس قسم کے انتظامی صلاحیتوں کے نوجوان اگر ہمیں مل جائیں تو ہم بہت جلد وطن عزیز کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرواسکتے ہیں۔

آغا شورش کاشمیری مدیر چٹان نے ماسٹر جی کی وفات پر انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کیا کہ وہ انتہائی زیرک اور تیور شناس انسان تھے، انسان کو پہلی نظر میں تاڑ لیتے کہ اس کا بل بوتا کیا ہے اور اس سے کس سطح پر کس نہج سے معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ دور کی باتیں چھوڑیئے تحریک تحفظ ختم نبوت میں جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ تاج الدین انصاری صوبہ میں پولیس کے سربراہ انور علی اور وزارت کے سرخیل ممتاز دولتانہ کو شیشہ میں اس طرح اتارتے رہے کہ آخر وقت تک وہ اندازہ نہ کر سکے کہ ان کے ہاتھوں کھلونا بن رہے ہیں۔ اس طرح وہ اپنی جماعت کو نازک مرحلوں میں بچاتے رہے۔ رئیس الاحرار چودھری افضل حق مرحوم نے تاریخ احرار صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۵ میں ماسٹر جی کو ان لفظوں میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ "ماسٹر تاج الدین ہماری جماعت میں بڑے جوڑ توڑ کے آدمی ہیں وہ سوکھی مٹی سے محل تعمیر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ میں نے انہیں کام کے لحاظ سے محنتی چیونٹی اور تدبر کے اعتبار سے دشمن کو تاروں میں الجھا کر مارنے والی مکڑی پایا ہے"۔ مجلس احرار نے ماسٹر صاحب کی انہی خوبیوں کی بناء پر انہیں قادیانیت کے مرکز قادیان میں اپنے وقت کا انچارج مقرر کیا تھا تا کہ مرزا کی جھوٹی نبوت کا پردہ چاک کیا جائے۔ جانباز مرزا نے اپنی کتاب کاروانِ احرار جلد دوم کے صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۲ پر قادیان میں ماسٹر صاحب کی سرگرمیوں کو قلمبند کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں۔

ان دنوں ماسٹر تاج الدین انصاری قادیان میں دفتر احرار کے انچارج تھے۔ ملمع سازی کی اس دکان کو اجاڑنے اور پیتل کو سونے کے بھاؤ بیچنے والے ان سلی بازوں کو بے نقاب کرنے کے لئے ماسٹر جی نے ایک منصوبہ بنایا۔ جس کے تحت قادیان کے ایک نوجوان محمد حنیف کو جو بھیک منگوں لڑکا تھا۔ تیار کیا اس کے ذمہ یہ لگایا کہ وہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان کے بھائی شریف احمد کو جب وہ بازار میں نکلے تو سرعام پیٹ ڈالے اور موقع واردات سے فرار ہو جائے۔ باقی دیکھا جائے گا۔ چنانچہ اس سکیم پر عمل کرتے ہوئے محمد حنیف نے وقت کا جائزہ لیا کہ مذکورہ آدمی کب بازار میں نکلتا ہے۔ جب اسے گردوپیش کا اندازہ ہو گیا تو ایک دن حنیف باکی سے مسلح مرزائیوں کی مسجد اقصیٰ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں "شریف احمد" سیاہ اچکن پہنے، سنہری کلاہ پر سفید پگڑی باندھے، سفید شلوار، پیٹنٹ کی سیاہ گرگابی اور ہاتھ میں چھڑی لے کر قادیان کے مین بازار میں تفریح کے لئے نکلا۔ ابھی وہ اپنی شاہی رفتار سنبھال ہی رہا تھا کہ ڈیوٹی پر کھڑے محمد حنیف نے باکی شریف احمد کی دونوں ٹانگوں کے درمیان اڑا کر اسے ایسی پٹخنی دی کہ وہ منہ کے بل گرا اور پھر اوپر سے تین چار باکیاں اور رسید کر دیں اور بھاگ نکلا۔

یہ سارا کچھ اس قدر آناً فاناً ہوا کہ بازار کے لوگ اس انہونی کارروائی پر ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ آن کی آن میں یہ خبر قصر خلافت سے ہو کر قادیان میں پھیل گئی کہ احرار والوں نے "شعائر اللہ کی توہین کر دی" (نعوذ باللہ) سارے

شہر میں کہرام مچ گیا۔ مرزائیوں کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی قریباً ایک صدی کا دام فریب جس کی طنابیں ابلیس نے تھام رکھی تھیں تار تار ہو کر بکھر گیا۔ عزت واحترام کا کاغذی پھول پاؤں تلے مسل دیا گیا۔ جھوٹی نبوت کے قصر خلافت کو ایک فقیر نے ایسا پتھر مارا کہ لات وہبل کی بنیادیں ہل گئیں۔

اب ملزم کی تلاش شروع ہوئی۔ پولیس نے دفتر احرار کو اپنی تفتیش کا مرکز بنا کر مسٹر جی کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر ملزم کو ڈھونڈنا چاہا۔ مگر یہ تو بحر قلزم تھا۔ یہاں ان چھوٹی موٹی چیزوں کا اتہ پتہ کہاں مل سکتا تھا۔ قادیان سے باہر جانے والے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے۔ لیکن ہوائیں بھی ملزم کی بو سونگھنے میں ناکام رہیں۔ مرزائیوں کی اپنی سی آئی ڈی اور ضلعی انتظامیہ مسلسل تلاش کے بعد جب مایوس ہو چکیں تو رات کے پچھلے پہر محمد حنیف کو قادیان سے نکال کر صبح ہونے تک پٹھان کوٹ پہنچا دیا گیا اور عدالت سے اس کی ضمانت کرالی۔

اب محمد حنیف قانون کے حصار میں تھا۔ مرزائی اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ مگر دل ہی دل میں زہر کے گھونٹ پی رہے تھے۔ قادیان پہنچ کر کچھ رقم دی گئی جس سے وہ منڈی سے آموں کا ٹوکرا خرید لاتا اور مرزائی محلے میں فروخت کرتا۔ مرزائی عورتیں آم خریدنے کے بہانے حنیف کو دیکھتیں اور اس طرح آدھ گھنٹے کے اندر وہ آموں کا ٹوکرا فروخت کر کے دوسرا لے آتا۔ تمام دن یہی شغل رہتا۔ پہلے حنیف دن بھر بھیک مانگ کر مشکل سے پیٹ پالتا تھا۔ مگر اب وہ اچھا خاصا خوانچہ فروش بن گیا اور مزے سے روزی کمانے لگا کچھ دنوں تو یہ سلسلہ رہا آخر جمعہ کے روز بشیرالدین محمود نے اپنی تقریر میں کہا:

مرزائیو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم لوگ اس آدمی سے سودا خریدتے ہو۔ جس نے کل سر عام شعائر اللہ کی توہین کی تھی۔ اس پر مرزائی عورتیں حنیف سے آم تو نہ خریدتیں مگر چپکے سے دروازے کی اوٹ سے حنیف کو تاک لیتی تھیں۔ آخر دو ماہ مقدمہ چلنے کے بعد محمد حنیف کو چھ ماہ قید کی سزا ہو گئی۔ اس دوران مقامی جماعت احرار اس کے اہل خانہ کی مالی امداد کرتی رہی۔

عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت میں قادیانی حصار کو توڑنا تبلیغ اسلام کا بنیادی حصہ تھا۔ کفر کا یہ قلعہ برطانوی پناہ میں تھا۔ اس میں دراڑ ڈالنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ احرار نے ہر رخ سے اس پر یلغار اور حملہ مناسب سمجھا تاکہ یہ بت ٹوٹ جائے اور اس کی پرستش سے لوگوں کے ایمانوں کی حفاظت ہو سکے۔

سال رواں کے دم توڑنے والے دنوں کی بات ہے کہ مسٹر تاج الدین انصاری کی تجویز پر دینا نگر (ضلع گورداسپور) سے شیعہ رہنما مظفر علی شمسی کو قادیان بلوایا گیا تاکہ محرم کے دنوں میں مرزائیوں کو چڑانے کے لئے قادیان میں گھوڑا نکالنے کا اہتمام کیا جا سکے۔ چنانچہ اندرون خانہ اس کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ اس کے لئے آسمان کے کس کس کونے سے تارے توڑنے پڑے۔ سمندر کی کن گہرائیوں سے موتی نکالنے پڑے اور پہاڑوں کا سینہ چیر کر کیونکر راستہ ہموار کیا گیا۔ یہ راز سربستہ ہے۔ لیکن دسویں محرم کو قادیان کی تاریخ میں پہلا دن تھا۔ جب اس کے بازاروں سے گھوڑے کا جلوس گزر رہا تھا۔ اس کی رہنمائی مظفر علی شمسی کر رہے تھے۔

ماتم گساروں کے گرد پولیس کا حفاظتی حصار تھا، شہر کے ہندوؤں اور سکھوں نے اپنے محلوں میں پانی کی سبیلیں لگائیں۔ قادیان کے مسلمانوں نے اہل جلوس کی تواضع مٹھائی اور ٹھنڈے پانی سے کی۔ دن بھر شہر میں گھوم پھر کر گھوڑے کا جلوس نماز مغرب کے قریب امن اور سکون سے ختم ہو گیا۔ آغا شورش کاشمیری نے ماسٹر تاج الدین انصاری کے اس

تدبر کو یوں خراج پیش کیا۔

" پاکستان بنا تو ماسٹر جی آل پاکستان مجلس احرار اسلام کے مرکزی صدر ہو گئے۔ یہ ایک نازک وقت تھا۔ ان جیسے ٹھنڈے دل و دماغ کا آدمی ہی مجلس کو طوفانوں کی زد سے بچا سکتا تھا اور یہی ہوا ان کی بدولت مجلس احرار اسلام ایک نفس کی طرح پھر اپنے خاکستر سے زندہ ہو گئی۔"

ماسٹر تاج الدین انصاری نے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور دوسرے احرار زعماء کے ساتھ بسر کیا۔ وہ مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی کفایت اللہ اور اس عہد کے دوسرے نامور لیڈروں کے ساتھ رہے۔

پچاس سال سیاسی زندگی میں فقر و استغناء کی تصویر بنے رہے۔ ان کے خیالات سے لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ وہ نظریات کے ایک خاص سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ لیکن اختلاف کی اس دنیا میں جو چیز ان کے لئے طرۂ امتیاز رہی وہ ان کی درویشی، حلم، فقر، راست بازی، سادگی اور مجلسی خدمت کا بے لوث سرمایہ ہے۔

ماسٹر جی کا انداز خطابت:

احرار نے بڑے بڑے آتش نفس اور آتش بیان مقرر پیدا کئے لیکن ماسٹر صاحب کا خطابت میں اپنا جداگانہ رنگ تھا۔ ان کا بیان اور لہجہ دھیما ہوتا مگر بات نہایت کٹیلی کرتے۔ دلیل اور منطق کے سہارے بات کو آگے بڑھاتے اور یوں سامعین کو اکائی میں بدل دیتے۔ آغا شورش کاشمیری تحریر کرتے ہیں کہ ان کی زبان میں آزار نہ تھا لیکن قومی معاملوں میں کسی سے رو رعایت کے عادی نہ تھے۔ ان لوگوں کو اڑنگے پر لا کر پٹخنی دینا ان کا بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ جو ملک و ملت کے لئے ناسور رہتے۔ خطابت کا آغاز آپ نے لدھیانہ کے ایک جلسہ میں کیا تھا جس میں انہیں ایک قرارداد کی تائید کرنا تھی۔ آپ نے علامہ اقبالؒ کا یہ شعر پڑھا اور قرارداد کی پرزور تائید فرمائی۔

نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں

تصنیف و تالیف:

مفکر احرار چودھری افضل حق لکھتے ہیں "وہ اہل تدبیر ہی نہیں بلکہ اہل قلم بھی ہیں" مجلس احرار نے اپنا پہلا اخبار روزنامہ مجاہد اگست ۱۹۳۴ء میں جاری کیا۔ ماسٹر تاج الدین انصاری اس کے چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے ان کے زیر ادارت مجاہد کی اشاعت دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس کے بعد آپ روزنامہ آزاد اور ہفت روزہ سیرت کے ایڈیٹر رہے۔ ماسٹر جی نے سیاسی اور معاشرتی کاموں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا انہوں نے سرخ لکیر، تاریخ کپور تھلا، فسادات فرخ نگر، بیان صادق اور تحریک کشمیر جیسی شہرہ آفاق کتب کو قلمبند کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مجلس احرار اور دیگر سیاسی و معاشرتی مسائل پر بھی کتابچے اور پمفلٹ تحریر کئے، جو اردو ادب کا سرمایہ ہیں۔

قومی خدمت:

ماسٹر تاج الدین انصاری کو قدرت نے بڑا دردمند دل عطاء کیا تھا۔ جب بھی عوام پر کوئی مصیبت پڑی وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کے لئے دیوانہ وار پہنچے، زلزلہ کوئٹہ، قحط بنگال اور برصغیر کی تقسیم کے موقع پر انہوں نے

مہاجروں کو بحفاظت پاکستان پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ "سرخ لکیر" میں تقسیم کے موقع پر مہاجرین کو پیش آمدہ مصائب کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ماسٹر صاحب ۱۹۴۷ء میں آخری قافلے کے ساتھ پاکستان آئے اور مجلس احرار کے دفتر بیرون دہلی دروازہ کی بالائی منزل پر رہائش پذیر ہوئے اور یہیں یکم مئی ۱۹۷۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔

قید و بند:

ماسٹر تاج الدین انصاری نے تحریک آزادیٔ وطن اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں اندازاً ۱۰ سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ لیکن ان کے پائے استقلال میں کبھی بھی لغزش نہ آئی اور اس ابتلا کے دور میں عزم و ہمت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ان کے حالات زندگی کا مطالعہ ہمیں عملی جدوجہد، راست بازی اور ملک و ملت کی بے لوث خدمت کا درس دیتا ہے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے پر ماسٹر صاحب کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

مجلس احرار خوش نصیب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر میدان سیاست کا شہسوار شطرنج سیاست کا بہترین کھلاڑی باطل پرستوں کی مکاریوں اور فریب کاریوں سے پورا آگاہ ماسٹر تاج "دین انصاری جیسا راہنما عطاء فرمایا ہے۔ (بحوالہ ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان امیر شریعت نمبر صفحہ ۳۱۲)

ماسٹر جی کی باتیں:

اللہ تعالیٰ نے ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کو ذہن رسا، عقل سلیم اور بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ ہر معاملہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس پر اپنی رائے دیتے اور یہ رائے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ہمہ گیری اور جامعیت کو اجاگر کرتی چلی جاتی ہے۔ ۱۹۵۸ء میں راقم الحروف نے بی اے کیا تو والد گرامی نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ میں ملکی سیاست میں حصہ لوں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے محترم ماسٹر جی قبلہ سے رائے لی تو آپ نے فرمایا میرے بھائی میں پچاس سال سے زائد عرصہ سے ملکی سیاست میں ہوں، میری دور رس نگاہیں اور سیاسی بصیرت آئندہ کی ملکی سیاست کو جس طرح دیکھ رہی ہیں وہ موجودہ سیاست سے بہت مختلف ہوگی۔ اس وقت قومی لیڈر اپنی گرہ سے خرچ کر کے قوم کی خدمت کرتے ہیں، ملک و قوم کی خدمت کو عبادت کا درجہ دیتے ہیں۔ لیکن آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ سیاست نفع بخش صنعت کا درجہ لے گی، قومی خزانے کا بے دریغ استعمال اپنے ذاتی مفاد کے لئے ہوگا۔ قوم کا مال کھا کر بھی قوم کی خدمت نہ ہوگی بلکہ اپنا مفاد پیش نظر ہوگا۔ آج جب ہم ملکی حالات اور لیڈر ان قوم کو دیکھتے ہیں تو ماسٹر جی کی رائے سو فیصد صحیح ثابت ہوتی نظر آتی ہے۔ موجودہ دور میں جو شخص حلال کما کر اپنی اور اپنی اولاد کی پرورش کرے گا وہ واقعی قابل ستائش اور قابل تقلید ہوگا۔

جمہوریت:

۱۹۵۸ء میں جب سیاست دانوں کی باہمی آویزش اور محلاتی سازشوں کی وجہ سے ملک میں جنرل محمد ایوب خان کو پہلا مکمل مارشل لاء لگانا پڑا تو ماسٹر جی کی رائے یہ تھی کہ اس ملک سے جمہوریت رخصت ہوگئی ہے۔ ہر چار پانچ سال بعد کوئی جرنیل اٹھا کرے گا اور اقتدار پر قابض ہو جائے گا۔ اسلام تو پہلے ہی غریب الوطن ہے۔ اس کا تو معاملہ ہی الگ ہے لیکن جو لوگ جمہوری نظام کے خواہاں ہیں وہ بھی جان لیں کہ جمہوریت کو اس ملک میں استحکام نصیب نہ ہوگا۔ ہمارے ملک کے حالات ماسٹر جی کی رائے کی پوری طرح تائید کرتے ہیں۔ جنرل ایوب خان، جنرل یحییٰ خان اور جنرل محمد ضیاء الحق کے ہاتھوں میں ملک کی باگ ڈور رہی اور مارشل لاء کم و بیش ۲۲ برس تک ملک پر مسلط رہا لیکن جمہوریت کو دوام نہ مل سکا۔ اس کی اصل وجہ ہمارے لیڈروں کی باہمی چپقلش کے علاوہ رواداری، اخوت اور بھائی چارہ کا فقدان ہے۔ ان میں بدقسمتی سے

ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں۔ اس طرز عمل نے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے جب کہ اس سے فائدہ صرف ملک دشمن عناصر کو ہی ہوا ہے۔

قرآن و سنت نبوی

ایک نجی محفل میں فرمایا کہ "ہمارے بعض مذہبی رہنما میٹھا (حلوہ) کھانے کو سنت نبوی کی پیروی قرار دیتے ہیں۔ میرے بھائی اس سے کسے اختلاف ہے۔ ہم سے جس قدر ممکن ہو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مکمل ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کرنا چاہیے کہ سنت نبوی کی پیروی میں جو کام آسان نظر آئے وہ کر لیا جائے اور جو مشکل ہو اسے چھوڑ دیا جائے تو اسے سنت نبو کی پیروی ہر گز نہیں کہتے۔ جب بھی کی جائے سنت نبوی کی مکمل پیروی کی جائے۔ اسی میں ہماری فلاح ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوہ کھایا تو حلوہ کھانے سے پہلے حق و باطل کے معرکہ میں اپنے دندان مبارک بھی شہید کروائے اور اس کے بعد حلوہ کھایا۔ ماسٹر جی زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن و سنت کے مکمل احکامات کی پیروی چاہتے تھے۔ کیونکہ قرآن و سنت نبوی ہی مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسی سلسلہ میں جانباز مرزا نے اپنی کتاب "کاروانِ احرار" صفحہ ۴۳ پر ماسٹر جی کے ایک خط بنام گاندھی کو نقل کیا ہے جو اس طرح ہے۔

صوبہ سرحد کے ایک کانگریسی لیڈر مسٹر مہر چند کھنہ نے گاندھی کو خط لکھا کہ آپ نے مجلس احرار کو سول نافرمانی کی اجازت دی۔ گاندھی جی نے اس کا کیا جواب دیا۔ تاریخ کے کسی گوشے میں یہ دستاویز دستیاب نہیں ہو سکی۔ البتہ مجلس احرار کے ڈکٹیٹر ماسٹر تاج الدین انصاری کا ایک خط ملا جس کے مطابق کانگریسی راہنما گاندھی کو حسب ذیل جواب دیا گیا۔

میں بحیثیت ڈکٹیٹر مجلس احرار ہند اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ آپ کو جواب دوں۔ احرار کے متعلق آپ کا نظریہ درست نہیں۔ مجلس احرار ایک مستقل جماعت ہے جو عدم تشدد کے اصولوں کی سختی سے پابند ہے لیکن اس حد تک جس حد تک اسلام اجازت دیتا ہے۔ اسی طرح جب ہماری سوچ و فکر میں کوئی اندھیرا آ جاتا ہے تو ہم قرآن حکیم سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوتے ہیں۔ آپ میرے خط کا جواب دیتے ہیں یا کہ نہیں، اس کے لئے نہ تو میرے پاس فرصت ہے کہ جواب کا انتظار کروں اور نہ ہی مجھے ضرورت ہے چونکہ غلط فہمی کا احتمال تھا اس لئے خط تحریر کرنا پڑا آداب عرض۔

آپ کا تاج الدین انصاری
ڈکٹیٹر مجلس احرار ہند
۴۱-۳-۲

مندرجہ بالا خط سے واضح ہوتا ہے کہ ماسٹر جی کے نزدیک زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی ہمیں قرآن و سنت سے ہی حاصل ہو گی۔ رحمتہ اللہ رحمتہ واسعتہً

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لیکر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

(بہ شکریہ ماہنامہ الاحرار، لاہور جون ۱۹۹۹ء)